

انصارحسین علیہ السلام ہی انصاراللہ ہیں (حصہ سوم)

<?xml encoding="UTF-8">

نمبر (68). * زھیر بن قین بن قیس بجلی *

اشراف عرب میں سے کوفہ کے باشبدہ، بہادر تھے اور متعدد لڑائیوں میں شریک ہوچکے تھے۔ جمل اور صفین کی لڑائیوں کے بعد سے مسلمان "عثمانی" اور "علوی" نام کی دو جماعتوں میں تقسیم ہوچکے تھے۔ جو لوگ معاویہ کے طرفدار تھے انکو "عثمانی" کہا جاتا تھا اور جو حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھے وہ "علوی" کہلاتے تھے۔ زھیر بن قین عام طور پر 'عثمانی' جماعت سے متعلق سمجھے جاتے تھے اور بظاہر وہ اہلبیت نبوی علیہم السلام کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ رکھتے تھے۔

زھیر سنہ 60ھ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مناسک حج بجالانے کے بعد کوفہ کی طرف جارہے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کا ساتھ ہوگیا۔ اگرچہ زھیر بظاہر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کوئی خاص عقیدت نہ رکھتے تھے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ (ع) کی خاندانی وجاہت سے مرعوب ضرور تھے یعنی انہیں یہ احتمال تھا کہ اگر حسین علیہ السلام مجھ کو نصرت کی دعوت دیں گے تو میرے لیے اسکا رد کرنا ممکن نہ ہوگا اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ حسینی قافلہ سے دور رہتے تھے۔ مگر حسین علیہ السلام انکی فطری صلاحیتوں سے واقف تھے اس لیے منزل زرود پر امام (ع) نے زھیر بن قین کو بلا بھیجا جس کے بعد سے زھیر بالکل حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے۔

ذوحسم کے مقام پر جب حُر کا لشکر حسینی قافلہ کے سدراہ ہونے کی غرض سے آچکا تھا تو امام (ع) نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرکے جو خطبہ ارشاد کیا تھا اس کے جواب میں زھیر نے والہانہ انداز سے فداکارانہ جذبات کا اظہار کیا تھا۔

اس کے بعد جب حُر نے امام (ع) کو کربلا پہنچ کر روکنا چاہا تھا اور نہر کے قریب خیمے برپا کرنے دینے سے بھی انکار کیا تھا تو زھیر نے کہا تھا کہ ہمیں اتنی فوج سے جنگ کرلینے دیجئے اس لیے کہ اس کے بعد اتنا لشکر آئیگا کہ اس سے مقابلہ کرنے کی ہم میں طاقت ہی نہ ہوگی۔ اس کے جواب میں امام (ع) نے فرمایا تھا کہ میں جنگ میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔

پھر نویں تاریخ کی شام کو افواج یزید کے غیر متوقع حملہ کے موقع پر جب "ابوالفضل العباس علیہ السلام" بعد استفسارِ حال امام (ع) سے صورتحال بیان کرنے گئے تو حبیب بن مظاہر نے افواجِ مخالف کو وعظ وپند شروع کیا تھا اور عزہ بن قیس نے بدتہذیبی کے ساتھ دورانِ کلام مداخلت کی تھی تو زھیر نے اسکا جواب دیا تھا کہ بیشک حبیب کے نفس کا خدا نے تزکیہ کیا ہے اور اسکی رہنمائی کی ہے۔ اے عزہ میں تمکو نصیحت کرتا ہوں اور اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم اس جماعت کے ساتھ شریک نہ ہو جو گمراہی کی حمایت کررہی ہے اور پاک نفوس کو قتل کرتی ہے۔ زھیر بن قین کی یہ آواز تعجب کے ساتھ سنی گئی تھی اور عزہ نے انہیں پہچان کر کہا تھا کہ 'زھیر تم اس گھرانے کے شیعہ نہیں تھے، تم تو عثمانی گروہ میں سے تھے' اور زھیر نے کہا تھا کہ "اس وقت میرے یہاں کھڑے ہونے سے تو تمکو سمجھ ہی لینا چاہیئے کہ میں شیعہ علی (علیہ السلام) ہوں۔ خدا کی قسم میں نے نہ حسین (علیہ السلام) کو کبھی خط لکھا تھا نہ کوئی قاصد بھیجا تھا اور نہ نصرت کا وعدہ کیا تھا لیکن راستے میں اتفاق سے میرا اور انکا ساتھ ہوگیا۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو رسول اللہ (ص) یاد آگئے

اور اُنکی خاندانی خصوصیت کا مجھے خیال آگیا اور مجھے احساس ہوا کہ حقیقتاً وہ دشمنوں کے ظلم و تعدی میں مبتلا ہیں۔ بس میں نے طے کر لیا کہ مجھے انکی مدد کرنا چاہیئے اور انکی جماعت میں داخل ہو کر اپنی جان ان پر فدا کرنا چاہیئے۔ خدا و رسول (ص) کے اس حق کو ادا کرنے کے لیے جسے تم لوگوں نے ضائع و برباد کر دیا ہے "

پھر شبِ عاشور جب امام حسین علیہ السلام نے اصحاب کو جمع کیا تھا اور انہیں اپنی بیعت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کا اعلان کیا تھا تو اصحاب میں سے مسلم بن عوسجہ اور سعید بن عبداللہ کے بعد زہیر بن قین نے بھی تقریر کی تھی اور کہا تھا کہ "بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ ایک دفعہ قتل ہوں، پھر زندہ ہوں، پھر قتل ہوں، یوں ہی ہزار دفعہ ہو لیکن آپ (ع) اور آپ (ع) کے خاندان کے یہ جوان قتل ہونے سے محفوظ رہ جائیں۔

صبحِ عاشور جب امام حسین علیہ السلام نے اپنی مختصر فوج کو ترتیب دیا تھا تو زہیر بن قین کو میمنہ کا افسر مقرر کیا تھا اور زہیر نے میدان میں نکل کر فوجِ مخالف کے سامنے ایک معرکہ آرا تقریر بھی کی تھی۔ پھر جب لڑائی شروع ہو گئی تھی اور افواجِ مخالف کی صفوف میں سے یسار اور سالم میدانِ جنگ میں آئے اور عبداللہ بن عمیر کلبی مقابلہ کے لیے نکلے تھے تو ان دونوں نے کہا تھا کہ 'ہم تمکو نہیں پہچانتے، ہمارے مقابلہ کے لیے زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن خضیر کو آنا چاہیئے' اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زہیر فوجِ حسینی کے ان نمایاں افراد میں سے تھے جو دشمنوں کے نزدیک ممتاز حیثیت کے مالک سمجھے جاتے تھے۔

انکی شجاعت کے کارنامے صبحِ عاشور سے ہنگامِ ظہر تک متعدد بار ظاہر ہو چکے تھے۔ چنانچہ ظہر سے پہلے جب شمر نے مخصوص خیمہ حسینی پر حملہ کیا اور اپنا نیزہ خیمہ پر مار کر کہا تھا کہ آگ لاؤ میں اس خیمہ کو اس کے رہنے والوں سمیت جلا دوں' تو زہیر نے اپنے دس بہادر ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر کے اسکی فوج کو پسپا کر دیا تھا۔ پھر جب حبیب شہید ہو چکے اور خُرد میدانِ جنگ میں آئے تو زہیر نے خُرد کے ساتھ مل کر جنگ کی۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے سعید بن عبداللہ اور زہیر کو مامور کیا کہ تم میری حفاظت کرو، یہاں تک کہ میں نمازِ ظہر ادا کر لوں چنانچہ سعید بن عبداللہ نماز تمام ہوتے ہوتے اتنے زخمی ہو گئے کہ وہ جانبر نہ ہوسکے اور زہیر کے بھی دست و بازو جواب دے چکے تھے پھر بھی نمازِ ظہر کے بعد جب دشمن بہت قریب آگئے تھے تو زہیر بن قین نے اپنی آخری جنگ کی۔ اس وقت وہ بڑے جوش کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ :
"میں زہیر ہوں، قین کا فرزند ہوں میں اپنی تلوار سے دشمنوں کو حسین علیہ السلام سے دور کروں گا"
یوں ہی تھوڑی دیر تک وہ شمشیر زنی کرتے رہے آخر کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس دونوں نے ایک ساتھ ان پر حملہ کیا اور انہی کے ہاتھ سے زہیر بن قین درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

**

نمبر (69)۔ * سلیمان بن مضارب بن قیس البجلی *

زہیر بن قین کے چچازاد بھائی تھے۔ زہیر کے ساتھ سنہ 60ھ میں حج کو گئے تھے۔ واپسی میں جب زہیر امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے خیال سے آپ (ع) کے ساتھ ہولیے تو سلمان نے بھی انکا ساتھ دیا۔ روزِ عاشور ظہر کے بعد شہید ہوئے۔

عمرو بن قرظہ بن کعب بن عمر بن عائذ بن زید بن مناة بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج الانصاری۔

ان کے والد قرظہ بن کعب اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں سے تھے۔ جنگِ اُحد ور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔

سنہ 22ھ میں خلیفہ دوم کے زمانہ میں ربہ ان کے ہاتھوں پر فتح ہوا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے زمانہ میں انکو کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ پھر جب آپ (ع) جنگِ صفین کے لیے جانے لگے تھے تو انکو اپنے ساتھ لے گئے تھے اور کوفہ کی حکومت ابو مسعود بدری کے سپرد کی تھی۔ قرظہ سب لڑائیوں میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رہے اور آپ (ع) ہی کے زمانہ خلافت میں کوفہ میں انکا انتقال ہوا اور آپ (ع) ہی نے انکی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ معاویہ کے ابتدائی زمانہ میں جب بدر بن مغیرہ شعبہ کوفہ کا حاکم تھا تو انہوں نے انتقال کیا۔

ان کے دو فرزند تھے۔ عمرو اور علی۔ کربلا میں عمرو امام حسین علیہ السلام کی طرف تھے۔ غالباً یہی بڑے تھے۔ اس لیے کہ ان کے والد قرظہ بن کعب کی کنیت انہی کے نام پر ابو عمرو تھی اور انکا چھوٹا بھائی علی لشکرِ یزید میں تھا۔

عمرو بن قرظہ کوفہ ہی میں رہتے تھے۔ وہ امام (ع) کی خدمت میں میدانِ کربلا میں پہنچے تھے۔ محرم کی ابتدائی تاریخوں میں جب جنگ ہونے کا قطعی فیصلہ نہ ہوا تھا امام (ع) نے انکو عمر سعد کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا تھا کہ "تم مجھ سے شب کے وقت دونوں لشکروں کے درمیان ملاقات کرو" روز عاشور نمازِ ظہر کے بعد جب تمام اصحاب میں جذبہ فداکاری تیز ہو گیا تھا اور شمعِ امامت کے پروانے جاں سپاری میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ عمرو بن قرظہ نے جنگ کرنا شروع کی۔ وہ اس مضمون کے شعر پڑھ رہے تھے :

"تمام انصاری جماعت جانتی ہے کہ میں ذمہ داری کے حدود کی حفاظت کروں گا! ایسے جواں مرد انسان کی طرح شمشیر زنی کرتے ہوئے جو پیچھے ہٹنے والا نہ ہو حسین (ع) پر میری جان اور میرا گھر بار سب فدا ہو" کچھ دیر تلوار چلانے کے بعد پھر عمرو امام (ع) کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ جو تیر آتا اسے اوپر روکتے اور جو وار ہوتا خود سپر بن جاتے۔ آخر زخموں سے چور ہو گئے اور امام (ع) سے مخاطب ہو کر "کیوں! فرزندِ رسول (ص) میں نے فرض کو ادا کیا؟" آپ (ع) نے فرمایا "ہاں تم جنت میں میرے آگے جاؤ گے۔ رسولِ خدا (ص) کو میرا سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ میں بھی عنقریب آتا ہو"

بہادر جانباز زخموں کی کثرت سے زمین پر گرا اور جاں بحق تسلیم ہوا۔

انکا بھائی علی بن قرظہ جو فوجِ عمر سعد میں تھا صف سے باہر نکلا اور امام (ع) کو ناشائستہ الفاظ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ 'تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور ورغلا کر قتل کرادیا' امام (ع) نے فرمایا کہ "خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا بلکہ اسکی ہدایت کی اور گمراہی میں تجھے چھوڑ دیا ہے" اس نے کہا خدا مجھے غارت کرے اگر میں تمہیں قتل نہ کروں یا اس کوشش میں خود ہلاک نہ ہو جاؤں یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا۔ نافع بن ہلال نے آگے بڑھ کر اس پر نیزہ کا وار کیا جس سے وہ گر گیا۔

**

نافع بن ہلال بن جمل بن سعد العشیرۃ بن مذحج۔

اپنے قبیلہ کے سردار اور بہادر شخص تھے۔ حافظِ قرآن بھی تھے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے اور احادیث کے عامل تھے۔ آپ (ع) کے ساتھ جمل، صفین اور نہروان کی لڑائیوں میں بھی شریک ہوئے تھے۔ عراق کی طرف امام (ع) کی روانگی کی اطلاع پا کر کوفہ سے روانہ ہوئے تھے اور راستے میں جماعتِ حسینی سے ملحق ہوئے تھے۔ اس وقت جبکہ جناب مسلم علیہ السلام کی خبرِ شہادت بھی نہ آئی تھی انکا ایک گھوڑا جسکا نام 'کامل' تھا کوفہ میں رہ گیا تھا اور اس کے متعلق انہوں نے ہدایت کردی تھی کہ وہ بعد میں ان کے پاس پہنچادیا جائے چنانچہ عذیب الہجانات میں عمرو بن خالد صیداوی، مجمع بن عبداللہ عائذی اور جنادہ بن حارث سلمانی وغیرہ پانچ آدمیوں کا قافلہ حسینی جماعت سے ملحق ہوا اس کے ساتھ یہ گھوڑا بھی تھا۔

حُر سے ملاقات اور گفتگو کے بعد ذوحسم میں امام نے جو خطبہ پڑھا تھا اس کے جواب میں انہوں نے پُرزور تقریر کی تھی۔

کربلا میں جب نہر پر دشمنوں کی مزاحمت شروع ہوئی اور امام (ع) اور ان کے ساتھیوں پر پیاس کا غلبہ ہوا امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی ابو الفضل العباس علیہ السلام کو پانی لانے پر مامور کیا۔ جناب عباس علیہ السلام بیس سوار اور بیس پیادوں کے ساتھ بیس مشکیزے لیکر آگے بڑھے اور نہر کے قریب پہنچے تو نافع بن ہلال نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور سب سے آگے ہو گئے۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے جو نہر کا محافظ تھا ٹوکا اور کہا کون ہے جو نہر پر جارہا ہے؟ چونکہ عمرو بن الحجاج قبیلہ زبیدہ سے تھا جو مذحج اور مراد کی ایک شاخ ہے اور قبیلہ جمل جس سے نافع تھے یہ بھی مراد کی ایک شاخ، اس لیے نافع نے جب اپنا نام بتایا اور قبیلہ کا پتہ دیتے ہوئے کہا کہ ہم پانی پینے آئے ہیں تو عمرو نے کہا تم شوق سے پیو، تمہیں پینا گوارہ ہو' نافع نے جواب میں کہا میں اکیلا تھوڑی پیوں گا، در صورتیکہ حسین علیہ السلام اور ان کے سب اصحاب پیاسے ہوں' یہ سنتے ہی فوجِ مخالف آگے بڑھی یہ کہتی ہوئی کہ 'یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ان تک پانی پہنچ سکے۔ ہم یہاں مقرر اسی لیے کیے گئے ہیں کہ پانی کا ایک قطرہ بھی جماعتِ حسینی تک نہ جانے دیں' نافع ان لوگوں سے گفتگو کے لیے آگے بڑھے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ تیزی سے مشکیں پانی سے بھر لو۔ چنانچہ ساتھیوں نے جلدی جلدی پانی بھر لیا اور جب ادھر سے نگہبانوں کی فوج آگے بڑھی تو ابوالفضل العباس علیہ السلام کے ساتھ نافع بن ہلال اور دوسرے بہادروں نے اسکا مقابلہ کر کے پیچھے ہٹادیا۔ اس دوران وہ لوگ جو مشکیں لیے ہوئے تھے ساحل سے اوپر آگئے تھے چنانچہ بہادروں نے انکو خیامِ حسینی کی طرف روانہ کردیا اور خود وہیں کھڑے رہے۔ پاسبانوں کی فوج نے پھر بڑھ کر حملہ کیا۔

اس موقع پر نافع بن ہلال نے عمرو بن الحجاج کی فوج میں سے ایک شخص پر جو قبیلہ صدا سے تھا نیزہ کا وار کیا جس سے بعد میں وہ ہلاک ہو گیا۔ بہر طور اصحابِ حسین علیہ السلام پانی لیکر خیامِ حسینی تک پہنچ گئے جو اتنی بڑی جماعت کے لیے جن کے ساتھ گھوڑے بھی تھے صرف ذرا ہی دیر تک کے لیے تسکینِ عطش کا باعث ہوسکتا تھا۔

روزِ عاشور جنگ چھڑنے کے بعد ہی سے نافع کا ولولہ جنگ کام کرنے لگا تھا چنانچہ افواجِ مخالف کے ایک پہلوان مزاحم بن حریث کے ساتھ انکا دست بدست کا مقابلہ ہوا تھا۔ اس کے بعد عمرو بن قرظہ کی شہادت کے موقع پر جب ان کے بھائی علی بن قرظہ نے امام (ع) کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے اور حملہ کیا تھا تو نافع نے

اسکا مقابلہ کر کے اسے مغلوب کیا تھا۔

نافع تیراندازی میں بڑے مشاق اور یگانہ روزگار تھے۔ انہوں نے اپنے تیروں کے سو فار پر اپنا نام لکھ دیا تھا اور تیروں کو زھر میں بجھا لیا تھا۔ چنانچہ ظہر کے بعد انہوں نے تیر لگانا شروع کیے۔ وہ کہتے جاتے تھے کہ "میں جملی اور علی علیہ السلام کے دین پر ہوں" اور افواج مخالف کے بارہ آدمیوں کو اس طرح قتل کیا اور بہت سوں کو زخمی، یہاں تک کہ دشمنوں نے انکو چاروں طرف سے گھیر کر مارنا شروع کیا جس سے دونوں بازو شکستہ ہو گئے اور وہ گرفتار کر لیے گئے۔ شمر سپاہیوں کی ایک جمیعت کے ساتھ انکو پکڑ کر عمر سعد کے پاس لے گیا۔ اس حالت میں کہ انکی داڑھی سے خون ٹپک رہا تھا۔ انکو دیکھ کر اس نے کہا 'نافع یہ تم نے اپنے نفس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ نافع نے کہا "میرے ضمیر سے خدا واقف ہے۔ خدا کی قسم میں نے بارہ آدمی تم میں سے جان سے مارے ہیں اور زخمیوں کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ میں نے اپنے فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اگر میرے بازو ٹوٹ نہ جاتے تو تم مجھے اس طرح ہرگز گرفتار نہ کرسکتے" شمر نے کہا کہ اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیئے ' عمر سعد نے جواب دیا کہ تم گرفتار کر کے لائے ہو تم کو اختیار ہے ' شمر تلوار کھینچ کر بڑھا تو نافع نے کہا "اگر تو مسلمان ہوتا تو کبھی ہم لوگوں کے خون میں ہاتھ نہ بھرتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم لوگوں کی موت بدترین خلائق افراد کے ہاتھوں قرار دی" شمر نے تلوار لگائی نافع شہید ہوئے۔ پست حوصلہ اور کمینہ فطرت شمر اس زخمی اور مجبور مجاہد کو قتل کر کے فتحمندی کا احساس کرنے لگا اور رجز کے اشعار زبان پر جاری کر کے امام حسین علیہ السلام کے باقی ماندہ اصحاب پر حملہ آور ہوا۔

**

نمبر (72)۔ *شوذب بن عبداللہ *

ہمدان کی ایک شاخ قبیلہ شاکر کے غلام زادوں سے اور عابس بن ابی شیبب شاکری سے وابستہ تھے۔ شیعان کوفہ میں اپنے اوصاف کی بناء پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور ایک طرف تو میدان جنگ کے شہسوار تھے دوسری طرف احادیث کے حافظ اور حضرت علی علیہ السلام سے استفادہ کیے ہوئے تھے اور کوفہ میں اس باب میں مرجعیت رکھتے تھے لوگ ان سے احادیث حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔ جب عابس جناب مسلم علیہ السلام کا خط لیکر کوفہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے تھے تو شوذب بھی ان کے ساتھ تھے اور امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ مکہ معظمہ سے پھر عراق اور کربلا پہنچے تھے۔ روز عاشور عابس نے اپنے باوفا غلام سے کہا "کیوں شوذب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ شوذب نے کہا ارادہ کیا ہے؟ یہی کہ آپ کے ساتھ رہ کر فرزند رسول (ص) کی نصرت میں جنگ کروں اور قتل ہو جاؤں، عابس نے کہا شاباش مجھے تم سے یہی امید تھی، اچھا تو پھر آگے بڑھو اور امام (ع) پر جان نثار کرو تاکہ امام (ع) تمہاری مصیبت بھی اسی طرح دیکھ لیں جیسے اپنے دوسرے اصحاب کی دیکھی اور میں بھی تمہارے غم کو برداشت کر کے ثواب کا مستحق بنوں، یقیناً اگر اس وقت کوئی ایسا شخص میرے ساتھ ہوتا جس پر مجھے اس سے زیادہ اختیار حاصل ہوتا جتنا مجھے تم پر حاصل ہے تو میری خوشی یہ ہوتی کہ وہ میرے سامنے جائے تاکہ میں اس کے غم کو برداشت کروں کیونکہ آج وہ دن ہے جس میں انسان سے جتنا ہوسکے اتنا اجر و ثواب حاصل کر لے۔ اس لیے کہ آج کے دن کے بعد ہمارے عمل کا دفتر بند ہو جائیگا اور حساب کے سوا کچھ رہ نہیں جائیگا" یہ وہ الفاظ ہیں جنہیں اطمینانی حالت میں شاعری کے طور پر ہر شخص کہہ سکتا ہے لیکن عین مصیبت کے موقع پر واقعی طور پر انکا اس طرح کہنا کہ عمل سے انکی تصدیق ہوتی ہو بہت مشکل ہے۔ الفاظ سے

صاف ظاہر تھا کہ راہِ حق میں مصائب اٹھانے کا ایک شوق ہے اور تکالیف کے برداشت کرنے کا ولولہ جو خوداختیاری طور پر عملی اقدامات کا محرک ہے۔

بہرطور شوذب آگے بڑھے امام حسین علیہ السلام کو سلام کر کے رخصت ہوئے اور جنگ کر کے شہید ہوئے۔

**

نمبر (73) <*عابس بن ابی شیبب شاکری*>

نام و نسب

عابس بن ابی شیبب بن شاکر بن ربیعہ بن مالک بن صعب بن معویثہ بن کثیر بن مالک بن جشم بن حاشد الہمدانی شاکری۔

بنو شاکر قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ تھے اور ان ہی کی نسبت حضرت علی علیہ السلام نے جنگ صفین کے موقع پر فرمایا تھا کہ اگر انکی تعداد ایک ہزار ہو جائے تو خدا کی عبادت اس طرح ہونے لگے کہ جس طرح ہونی چاہیئے۔

یہ لوگ بڑے شجاع اور جنگ آزما تھے اور "فتیان الصباح" کے لقب سے مشہور تھے جس کے معنی ہیں "وقتِ صبح کے جواں مرد" چونکہ غارت گری اور جنگ کا مقابلہ زیادہ تر اوقات صبح میں ہوتا تھا اس لیے اس وقت کی طرف نسبت دی گئی۔

ہمدان کی ایک دوسری شاخ بنو وادعہ کے پاس ان لوگوں نے جاکر قیام کیا تو یہ بھی انکی طرف منسوب ہونے لگے اور اسی لیے عابس شاکری بھی کہا جاتا تھا اور وادعی بھی۔

عابس شیعانِ موفہ میں سے رئیسِ قوم، بہادر، مقرر، عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے۔ متعدد لڑائیوں میں کارنمایاں انجام دے چکے تھے اور دلوں پر شجاعت کا سکہ قائم تھا۔

جب جناب مسلم بن عقیل علیہما السلام کوفہ میں وارد ہوئے تھے اور آپ (ع) نے پہلا جلسہ منعقد کر کے امام حسین علیہ السلام کا خط سنایا تھا تو اس وقت سب سے پہلے عابس ہی کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ "میں دوسروں کا ذمہ دار نہیں مگر جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں نے طے کر لیا ہے کہ آخری دم تک آپ (ع) کا ساتھ دوں گا۔

انکی تقریر اتنی جامع اور پُرمغز تھی کہ حبیب بن مظاہر نے بھی انکی تعریف کی تھی اور ان ہی کی تائید میں اپنی نصرت و وفاداری کا عہد کیا تھا۔

جب کوفہ کے اٹھارہ ہزار آدمیوں نے جناب مسلم علیہ السلام کی بیعت کر لی اور آپ (ع) نے اس صورتحال سے مطمئن ہو کر امام حسین علیہ السلام کو اطلاع دینا چاہی تو آپ (ع) نے وہ خط عابس ہی کے ہاتھ مکہ بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ اس خط کو لیکر امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچے اور پھر آپ (ع) سے جدا نہیں ہوئے۔ انکا غلام شوذب ان کے ساتھ تھا چنانچہ انہوں نے اپنے غلام کو اپنی طرف سے امام حسین علیہ السلام پر نثار کیا۔ جب شوذب درجہ شہادت پر فائز ہو چکے تو عابس نے امام (ع) کی خدمت میں عرض کیا "بخدا روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مجھے آپ (ع) سے زیادہ عزیز و محبوب ہو۔ اگر مجھے قدرت ہوتی کہ میں اپنی جان سے زیادہ کوئی عزیز شے آپ (ع) کی خدمت میں پیش کروں تو ایسا ہی کرتا۔ مگر اب تو بس میری جان باقی ہے بس اب اجازت دیجئے میں آخری سلام عرض کرتے ہوئے خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں آپ (ع) کے اور آپ (ع)

کے پدرِ بزرگوار کے دین پر قائم ہوں"

ان الفاظ کو ادا کرکے امام (ع) سے رخصت ہوئے اور تلوار کھینچتے ہوئے صفوفِ مخالف کے سامنے پہنچے۔ انکی پیشانی پر اس وقت ایک زخم موجود تھا جو شاید پہلے کسی حملہ میں آگیا تھا فوج کوفہ کا ایک شخص ربیع بن تمیم جو واقعہ کربلا میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ میں نے عابس کو آتے دیکھا تو پہچان لیا۔ اس لیے کہ میں انہیں اس سے پہلے لڑائیوں میں دیکھ چکا تھا اور انکی شجاعت سے واقف تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ایہا الناس یہ شیروں کا شیر ہے، یہ ابن ابی شیبہ ہے دیکھو کوئی ایک شخص تم میں سے اس کے مقابلہ کو باہر نہ نکلے۔

عباس نے آواز دینا شروع کی کیا کوئی مرد میدان نہیں جو ایک مرد میدان کے مقابلہ کو نکلے؟ مگر فوجِ یزید میں سے کوئی شخص بھی باہر نہ نکلا۔ عمر سعد نے کہا اس بہادر کو پتھروں سے مارلو۔ چنانچہ ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ یہ عجیب طریقہ جنگ دیکھ کر عابس نے زہ اور خود بکتر اتار کر پھینک دیا اور تلوار سونت کر صفوفِ مخالف پر ٹوٹ پڑے۔ جس صف کی طرف رخ کرتے تھے سینکڑوں آدمی ان کے سامنے سے بھاگتے نظر آتے تھے۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد فوج کے ایک بڑے حصہ نے انکو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کردیا۔ پھر انکا سر قلم کیا گیا اور بہت سے آدمیوں نے آپس میں جگھڑنا شروع کیا۔ ہر ایک کہتا تھا کہ اس شخص کو میں نے قتل کیا ہے۔ بالآخر عمر سعد نے اسکا یہ کہہ کر فیصلہ کیا کہ جھگڑا نہ کرو۔ اس شخص کا قاتل کوئی ایک نہیں ہوسکتا۔ تم سب اس کے قاتل ہو۔ اس طرح یہ نزاع برطرف ہوئی۔

**

نمبر (74) و (75) >* عبدالله و عبدالرحمن فرزندانِ عروہ بن حراق غفاری *

ابوذر غفاری کے قبیلہ سے حراق غفاری اصحابِ حضرت علی علیہ السلام میں سے تھے اور آپ (ع) کے ساتھ جمل، صفین اور نہروان کے معرکوں میں شریک رہے تھے۔ ان کے دونوں پوتے "عبدالله اور عبدالرحمن" اشراف و شجاعانِ کوفہ میں سے شیعانِ علی علیہ السلام میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ دونوں بھائی امام حسین علیہ السلام کے پاس میدانِ کربلا پہنچے اور آپ (ع) کے انصار میں شامل ہوئے تھے۔

ظہر کے بعد وقت سخت سے سخت ہوتا جا رہا تھا۔ اصحابِ حسین علیہ السلام میں سے ہر ایک کی اب یہ کوشش تھی کہ میں اپنی جان پہلے نثار کروں۔ چنانچہ ان دونوں بھائیوں نے امام (ع) کی خدمت میں عرض کیا "یا ابا عبدالله (علیہ السلام) ہمارا سلام قبول کیجئے۔ دشمن اب آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں اور ہمارا بس نہیں چلتا۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ خود آپ (ع) کے سامنے قتل ہو جائیں اور آپ (ع) کی نصرت کا حق ادا کریں"

امام (ع) نے فرمایا "اللہ تمہیں جزائے خیر عطا کرے، آؤ میرے قریب آؤ" یہ دونوں امام (ع) کے قریب ہی اس فوج سے جو بڑھ آئی تھی برسرِ پیکار ہو گئے۔ وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے :

"تمام بنی غفار اور خندف و بنی نزار کے قبائل اس بات سے واقف ہیں کہ ہم فاسق و فاجر گروہ پر حملہ کریں گے۔ باڑہ داربران

شمشیروں کے ساتھ۔ اے میرے رفیقو! آلِ رسول (ص) کی حفاظت میں شمشیر و نیزہ کے ساتھ جنگ میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھو"

آخر دونوں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

**

